153

اقبال اور لمعہ حیدرآبادی

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

پروفیسر اکبر رحمانی

15-6

ترے نیستاں میں ڈالا مرے نغمۂ سحر نے
مری خاکِ پے سپر میں جو نہاں تھا اِک شرارہ
نظر آئے گا اُسی کو یہ جہانِ دوش و فردا
جسے آگئی میسر مری شوخیِ نظارہ!

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

'اقبال نامہ' میں لمعہ حیدر آبادی کے نام خطوط کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اقبال اور لمعہ کے درمیان انتہائی گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے سے دلی محبت تھی۔ ایک دوسرے کے دکھ درد پر دونوں کے دل تڑپ اٹھتے تھے۔ لمعہ کو اپنے پیر و مرشد، اقبال سے انتہا درجے کی محبت و عقیدت تھی۔ وہ اکثر اپنے پیر و مرشد اور محبوب شاعر کی خدمت میں، اُن کے مزاج کے مطابق، تحفے تحائف روانہ کرتے تھے۔ ایک بار لمعہ حیدر آبادی نے قرآن حکیم کا وہ نسخہ ہدیہ کیا جو مولانا محمد علی مرحوم سے ملا تھا اور جو ایک خاص تاریخی قدر و منزلت کا حامل تھا کیونکہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا تھا۔ علامہ اکثر یہی نسخہ تلاوت فرماتے اور انہیں یہ بے حد عزیز تھا۔ چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں :

"....... قرآن شریف کا تحفہ جو آپ نے بہ کمال عنایت ارسال فرمایا ہے، ابھی موصول ہُوا۔ اس مقدس تحفے کے لیے میں آپ کا نہایت شکرگزار ہوں۔ انشاء اللہ یہی نسخہ استعمال کیا کروں گا۔ اُمید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔"

(خط مرقومہ ۳ / جون ۱۹۳۲ء)

ایک بار لمعہ حیدر آبادی نے اپنے امریکن دوست ڈاکٹر کلیفورڈ منشیر رڈٹ کی کتاب Brotherhood (عالمگیر انسانی برادری) روانہ فرمائی۔ اقبال کو اس کتاب کی بے حد ضرورت تھی۔ یہ کتاب اقبال کو بے حد پسند آئی۔ اس کتاب کے بارے میں وہ لمعہ کو لکھتے ہیں :

"...........آپ کے امریکن دوست کلیفورڈ منیشر رڈٹ کی کتاب "عالمگیری انسانی برادری" میں نے نہایت شوق سے پڑھی ہے۔ ایسے خیالات کا مطالعہ ہر شخص کے لیے سود مند ہوتا ہے۔"[۲]

(خط مرقومہ ۲۴ فروری ۱۹۳۲ء)

ممنوعہ حیدر آبادی کے نام اقبال کے خطوط اس لحاظ سے بھی اہم ہیں کہ ان کے مطالعے سے اقبال کی ذاتی مصروفیات، سفر، صحت اور بیماریوں کا حال معلوم ہوتا ہے، خاص طور پر ۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۷ء کے درمیان اقبال کی صحت کے اتار چڑھاؤ سے آگاہی ہوتی ہے۔ ممنوعہ خود ایک اچھے طبیب اور ڈاکٹر تھے۔ وہ ہر خط میں علامہ کی صحت کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔ ممنوعہ کو اقبال کی صحت کی بڑی فکر رہتی تھی۔ اقبال بھی انہیں باقاعدگی سے اپنی صحت اور بیماریوں سے آگاہ کرتے تھے۔ اگرچہ ڈاکٹر ممنوعہ حیدر آبادی عدیم الفرصتی کی بناء پر علاج و تشخیص کے لیے لاہور جانے سے قاصر تھے، تاہم بذریعہ خطوط علامہ کو مفید مشوروں اور نسخوں سے ضرور نوازتے تھے۔ علامہ بھی ان مشوروں کو قبول فرماتے اور خلوصِ دل سے اُن پر عمل کرتے تھے۔

۱۹۳۴ء میں علامہ اقبال کو[۳] Acute Laryngitis کی شکایت پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے بولنے یا عام طور پر کلام کرنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ بہت علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ دہلی کے حکیم نابینا سے علاج کروایئے۔ ان کا علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ تکلیف بدستور قائم رہی۔ شاید وہ بغرضِ علاج آئندہ سال لندن جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔[۴] لیکن ڈاکٹر ممنوعہ حیدر آبادی نے انہیں بھوپال کے حمیدیہ اسپتال (پرنس آف ویلز اسپتال) میں بجلی کے ذریعے علاج کروانے کا مشورہ دیا۔ علامہ نے ممنوعہ کے اس مشورے پر عمل کرنے کا انہیں یقین دلایا؛ چنانچہ وہ ایک خط میں ممنوعہ کو لکھتے ہیں:

"مکرم بندہ! تسلیم۔
آپ کا گرامی نامہ مل گیا ہے۔ میری طبیعت بحمد اللہ اب اچھی ہے۔ حکیم نابینا صاحب دہلی والے علاج کر رہے ہیں۔ فرق ضرور ہے مگر عام طور پر گفتگو کرنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ جناب کی گراں قدر رائے کا شکریہ۔ ان شاء اللہ ضرور بھوپال جاؤں گا اور بجلی کے علاج سے بھی استفادہ حاصل کروں گا۔ میں نے صحت کی مجبوریوں کے باعث ولایت جانے کا قصد ترک کر دیا ہے۔"[۵]

(خط مرقومہ یکم دسمبر ۱۹۳۴ء)

یہ خط اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ علامہ اقبال اپنے دوست ڈاکٹر لمعہ حیدر آبادی کے مشورے پر بجلی کے ذریعے علاج کرانے پر آمادہ ہوئے۔ کسی اور نے بھی یہ مشورہ دیا ہو، یہ بات اب تک میری نظروں سے نہیں گزری۔ چونکہ یہ علاج صرف بھوپال ہی میں ہو سکتا تھا، اس لیے علامہ اقبال نے سر راس مسعود سے خط و کتابت کی۔ "چنانچہ آپ الٹرا وائلٹ (بنفشی شعاعوں) کے غسل کے لیے ۳۱ جنوری ۱۹۳۵ء کو، سر راس مسعود کی دعوت پر بھوپال پہنچے...... ایک ماہ سات دن تک یہاں قیام پذیر رہے۔ چار مرتبہ بجلی سے علاج ہوا جس سے آواز میں کچھ فرق محسوس ہونے لگا۔ ڈاکٹروں نے معائنے کے بعد اس خیال کا اظہار کیا کہ آٹھ دس مرتبہ کے علاج کے بعد ہی مفید نتائج برآمد ہو سکیں گے۔"

بھوپال کے قیام کے دوران بھی علامہ اقبال اور لمعہ کے درمیان مراسلت رہی۔ چنانچہ ۲۰ فروری ۱۹۳۵ء کے خط میں علامہ اقبال رقمطراز ہیں:

"مخدومی! تسلیم۔

میں یہ خط آپ کو بھوپال سے لکھ رہا ہوں اس سے قبل بھی آپ کو ایک خط لکھ چکا ہوں، ملا ہوگا۔ آپ کی تازہ نظم پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ اس میں اصلاح کی گنجائش نہیں ہے۔ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ آپ مثنوی مولانا رومؒ سے استفادہ کر رہے ہیں۔ دنیا کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ آپ کی عمر کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔ مگر آپ کو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ دنیا ایک بہت اہم مقام ہے اور اس سے صحیح استفادہ حاصل کرنے کے لیے ہمیں انسان کامل بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مولانا رومؒ کو بغور پڑھیے اور اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیے کہ جو کچھ آپ کا ضمیر اس خصوص میں آپ کو مشورہ دے، اُس سے انکار نہ ہو۔

میرے گلے کی حالت رو بصحت ہے آپ کے گراں قدر مشوروں کا شکریہ۔

نگہدار آں چہ در آب و گل تست
سرور سوز مشتاق دل تست

تہی دیدم سبوئے این و آں را
مئے باقی بہ مینائے دلِ تست

آپ نے میرا حال دریافت فرمایا، شکریہ!
زندہ ہوں، دل مضمحل، مسرت فنا، اللہ اللہ خیر صلّا۔ خدا حافظ!

مخلص
محمد اقبال[۵]

بیوی کی طبیعت سخت علیل ہونے کی وجہ سے علامہ اقبال کو بھوپال چھوڑ کر لاہور آنا پڑا جس کی وجہ سے مکمل علاج نہ ہو سکا اور گلے کی شکایت بدستور رہی۔ اُسی سال اس شکایت کے علاوہ تولیدِ ریاح، قبض اور اختلاجِ قلب کی بھی شکایت پیدا ہوگئی تھی۔ یہ شکایت سُن کر ڈاکٹر لمعہ نے آپ کو ثقیل غذا، گوشت ترک کرنے اور آنولے کا مرتبہ استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ ساتھ ہی چند گولیاں بھی روانہ کیں جنہیں استعمال کرنے کی سختی سے تاکید فرمائی۔ اِس مشورے کے جواب میں اقبال نے لمعہ کو خط لکھا کہ:

"....... آپ کا عنایت نامہ ابھی ابھی ملا۔ آپ کی بار بار یاد فرمائی کا میں بے حد ممنون ہوں۔ یہاں اب گرمی شروع ہو چکی ہے۔ نو دس بجے صبح خاصی گرمی رہتی ہے۔ ایسے موسم میں علی العموم میرا معدہ اور بھی خراب ہو جاتا ہے۔ آپ کا خیال بہت درست ہے، اور میرا بھی تجربہ ہے۔ دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ مجھ کو ثقیل غذا مفید ہوتی ہے، اسی پر عمل پیرا ہوں کسی دوا کا سرِدست استعمال نہیں ہے۔ گوشت تو میں نے ترک کر دیا ہے، البتہ مرغ اور مچھلی استعمال میں ہے اور میں صرف ایک دفعہ، دوپہر میں جو کچھ کھا لیتا ہوں، کھا لیتا ہوں، اور شب میں فاقہ۔ اس طریقِ عمل سے مزاج صاف رہتا ہے مگر تولیدِ ریاح اور قبض بدستور! خیر، خدا کو جو منظور ہے، ہو رہے گا۔ فکر نہ کیجیے۔ آپ کے حسب الحکم .... گولیوں کا استعمال جاری ہے، اور ستی بھی استعمال کرتا ہوں جس سے اختلاج میں ضرور افاقہ ہے۔ اس کے ساتھ آپ کی حسبِ خواہش آنولے کا مربّہ بھی استعمال کر رہا ہوں ......"[۱۱] (خط مرقومہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء)

ڈاکٹر لمعہ دوا کے ساتھ ساتھ بارگاہِ ایزدی میں اپنے پیر و مرشد اقبال کی صحت و تندرستی کے لیے خلوصِ دل سے دُعا بھی کرتے تھے۔ اقبال نے ایک خط میں لمعہ کی پُرخلوص دعاؤں پر اظہارِ ممنونیت کرتے ہوئے، دُعا کے متعلق اپنے نظریے کی وضاحت کی ہے جس سے اقبال کے 'توکلت علی اللہ' پر پختہ ایمان و یقین کا اظہار ہوتا ہے :

"مائی ڈیئر عباس علی خان!

عیادت نامے کے لیے ممنون ہوں۔ میں بفضلِ خدا بالکل اچھا ہوں اگرچہ پیری کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں، انحطاط بڑھتا جا رہا ہے اور میں پبلک مشاغل سے علیحدگی اختیار کر رہا ہوں۔ آپ نے میرے لیے بکری کا دودھ تجویز فرمایا ہے یا بھیڑ کا؟ بہر نوع، بالکل سیاہ بھیڑ کا میسر آنا تو نہایت مشکل نظر آتا ہے۔ آپ کا جواب آنے پر اس باب میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ کی دعائیں میرے لیے موجبِ ممنونیت ہیں، لیکن یہ جانتے اور مانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو ہمارے لیے بہتر ہے، کیا آپ اسے تسلیم نہ کریں گے کہ ہمیں خاص مقصد کے لیے دُعا نہ مانگنی چاہیے۔

ذاتی طور پر تو میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا طالب ہوں۔ اپنے لیے تکالیف سے نجات یا حصولِ عیش و راحت کے لیے دُعا نہیں کرنا چاہتا۔ زیادہ کیا لکھوں! آپ کے لطف و کرم اور میری صحت و عافیت سے متعلق آپ کی دلچسپی کے لیے مکرر شکر گزار ہوں۔"[۱۱]

(خط مرقومہ ۱۸ / نومبر ۱۹۳۵ء)

علامہ اقبال کو گلے کی جو شکایت ہو گئی تھی، وہ مرتے دم تک قائم رہی۔ بھوپال میں آپ مکمل علاج نہ کر سکے۔ ڈاکٹر لمعہ نے انھیں پھر بھوپال جا کر علاج مکمل کرنے کا مشورہ دیا۔ علامہ نے بھی یقین دلایا کہ "....... انشاء اللہ آپ کے حسبِ خواہش ضرور بھوپال جا کر بجلی کے ذریعے علاج کراؤں گا۔"[۱۲]

(خط مرقومہ ۱۱ / مئی ۱۹۳۵ء)

اس یقین دہانی کے باوجود علامہ اقبال بھوپال نہ جا سکے۔ روز بروز بڑھتی ہوئی کمزوری اُن کی راہ میں مانع رہی۔ چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں :

"........ میری صحت ٹھیک ہے مگر روز بروز انحطاط محسوس کر رہا ہوں۔ ادویات استعمال کر رہا ہوں۔ مَیں تجدیدِ حیات اور شباب کا قائل نہیں ہوں۔ فطرت کا قانون اٹل ہے۔........"[۱۳]

"........ پیری کے آثار روز بروز نمایاں ہو رہے ہیں۔ انحطاط بڑھتا جا رہا ہے........"[۱۴]

۲۰ مئی ۱۹۳۷ء کے خط سے، جو کہ اقبالؔ کے قلم سے تحریر کردہ آخری خط ہے، یہ پتہ چلتا ہے کہ اُن کی صحت بالکل خراب ہو چکی تھی، پرہیز کے بھی قائل نہیں رہے تھے۔ بینائی میں فرق آ گیا تھا اور اختلاجِ قلب کی شکایت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ صحت اس قدر خراب ہوتی جا رہی تھی کہ انہیں یقین ہو چلا تھا کہ اب جلد ہی تقربِ خداوندی نصیب ہو گا۔ چنانچہ لمعہ حیدر آبادی کو لکھتے ہیں:

"...... میری صحت خراب ہو رہی ہے۔ بینائی میں فرق آ گیا ہے۔ اختلاج بہت بڑھ گیا ہے۔ پرہیز کا مَیں قائل نہیں۔ معلوم ہو رہا ہے کہ امتحان کا وقت آ گیا۔ تقرّب نصیب ہو رہا ہے، ہم آغوشی بھی مل جائے گی۔ انشاء اللہ......"

"اقبال نامہ" حصہ اول میں ڈاکٹر لمعہ کے نام جو آخری خط ہے، وہ ۳۱ اگست ۱۹۳۷ء کا تحریر کردہ ہے۔ اس خط پر علامہ اقبالؔ کے بجائے محمد شفیع ایم۔ اے کے دستخط ہیں۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ضعفِ بصارت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے اقبالؔ کو لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔

"جنابِ من!

ضعفِ بصارت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے، اس واسطے وہ اپنے دستخط سے آپ کو خط نہیں لکھ سکے۔ دیوانِ غالبؔ کی ترسیل کے لیے آپ کے شکر گزار ہیں اور آپ سے ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں۔ والسلام

محمد شفیع ایم اے"[۱۶]

لمعہ حیدر آبادی کو جس طرح اقبالؔ سے گہری محبّت تھی، اسی طرح اقبالؔ کو بھی لمعہ سے تھی۔ ڈاکٹر اقبالؔ بھی لمعہ کے دکھ درد میں شریک ہوتے، ان کی صحت کا خیال رکھتے اور اس سلسلے میں انہیں مفید مشوروں سے نوازتے۔ لمعہ کی بیماری کے سلسلے میں ڈاکٹر اقبالؔ نے لاہور

کے بعض اطبّاء سے مل کر نسخے روانہ کرنے کی زحمت بھی فرمائی۔

ایک بار لمعہ 'ناڑو' جیسے جان لیوا مرض میں ایک عرصے تک بیمار رہے۔ علامہ اقبال کو بڑی فکر اور پریشانی ہوئی۔ انہیں اس بیماری کی اطلاع سن کر بے حد افسوس ہُوا۔ لاہور کے ایک مشہور حکیم سے اس مرض کے علاج کا نسخہ دریافت کر کے لمعہ کو روانہ کیا اور انہیں اس پر پابندی سے عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔ اس سلسلے میں اقبال نے جو عبارت نامہ' لکھا ہے، اس کے ایک ایک لفظ سے خلوص و محبت کا اظہار ہوتا ہے:

"مخدوم بندہ ڈاکٹر عباس علی خاں صاحب!

تسلیم۔

آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا۔ آپ کی طویل علالت کی خبر سن کر مجھے افسوس ہُوا 'ناڑو' کا مرض واقعی بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ صفائی کا خیال رکھیے۔ یہ اپنی مقررہ مدت پر اچھا ہوتا ہے۔ خدا سے اُمید ہے وہ بہت جلد آپ کو شفایاب فرمائے گا۔ اتنی سخت علالت میں آپ کے مشاغل نہایت قابلِ مبارکباد ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عقل و حواس پر قابو پاچکے ہیں، تکلیف اور خوف کا احساس آپ سے دور ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ اس کا آپریشن نہ کرائیں، ورنہ پیر کا معاملہ ہے۔ میں نے لاہور کے ایک حکیم سے دریافت کیا ہے، آپ یہ علاج ضرور کیجیے ــــــ ۳ ماشہ ہینگ کو پیاز میں رکھ کر گرم کیجیے۔ اس کے بعد روزانہ کھائیے۔ صرف تین دن استعمال کریں۔ تیل اور ترشی وغیرہ کا پرہیز ہے۔ جس جگہ 'ناڑو' ہے، اُس پر چنبیلی کے پھول روزانہ، شب میں، باندھ لیں۔ انشاء اللہ جلد صحت یاب ہو جائیے گا ــــــ آپ کی 'ناڑو' والی نظم بہت دلچسپ ہے۔ باقی خیریت ہے۔

خدا حافظ!

آپ کا مخلص

محمد اقبال علیہ"

(خط مرقومہ یکم اگست ۱۹۳۴ء)

ڈاکٹر لمعہ نے راقم الحروف کو بتایا کہ علامہ اقبال کی ہدایت کے مطابق میں نے اس نسخے

پرپابندی سے عمل کیا، اور تجربے کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ واقعی یہ نسخہ 'نارُو' کے علاج کے لیے تیر بہدف ہے[18]۔

ڈاکٹر اقبال کو لمعہ کی صحت کا بڑا خیال تھا۔ اگر ایک طرف وہ 'نارُو' جیسی دلچسپ نظم، مرض کی حالت میں لکھنے پر اُن کے صبر اور حوصلے کی داد دیتے ہیں تو دوسری طرف وہ انہیں صحت کے پیشِ نظر آرام لینے کا بھی مشورہ دیتے ہیں:

"........ مشق کیے جائیے اور جو کچھ آپ کا ضمیر آپ کو لکھائے، فوراً قلمبند کر لیا کریں۔ مگر ایک بات یاد رہے۔ آپ چند روز کے لیے آرام لیں ورنہ آپ کی صحت پر بہت بار پڑے گا......"[19]

اقبال، لمعہ کے ہر دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔ جب انہوں نے لمعہ حیدرآبادی کے والدِ بزرگوار کے انتقال کی خبر سُنی تو اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے لکھا:

"........ آپ کے والدِ بزرگوار کے انتقال کی اطلاع سے قلق ہُوا۔ جیسے آپ 'نیچر' کہتے ہیں اُس کے سپرد ایک بہت بڑی کائنات کا اہتمام ہے اور ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے وظیفہ کی نوعیت سے کما حقہٗ آگاہ ہے"[20]

(خط مرقومہ ۲۰ مئی ۱۹۳۰ء)

ڈاکٹر لمعہ حیدرآبادی اپنے پیرومرشد اقبال سے ملاقات کرنے لاہور بھی گئے تھے۔ اس بات کا پتہ ہمیں علامہ اقبال کے ۲۰ مئی ۱۹۳۷ء کے مکتوب سے ہوتا ہے۔ لمعہ کے لاہور سے رخصت ہونے کے بعد اپنے گہرے تاثرات کا اظہار اس خط میں کیا ہے۔ لمعہ، اقبال سے ملاقات کے لیے کب تشریف لے گئے تھے، اس خط کی روشنی میں اس کے متعلق قیاس آرائی کی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر لمعہ سے جب راقم الحروف نے استفسار کیا تو وہ بھی صحیح تاریخ اور مہینہ نہیں بتا سکے، صرف اس قدر فرمایا کہ مذکورہ خط جس تاریخ کو لکھا گیا، اُس سے تقریباً ایک یا ڈیڑھ ماہ قبل لاہور گیا تھا۔ شاید مارچ یا اپریل کا مہینہ تھا[21]۔

یہ علامہ اقبال کا آخری خط ہے جو ان کے دستخط سے لمعہ حیدرآبادی کو لکھا گیا۔ خط بے حد دلچسپ ہے۔ اس کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اقبال، لمعہ کو کس قدر چاہتے تھے اور کیسی دلی محبت رکھتے تھے۔ لمعہ کے رخصت ہو جانے کے بعد، ایک دو روز تک عزلت کدۂ اقبال میں جو کیفیت رہی، اسے 'اک شمع رہ گئی ہے، سو وہ بھی خموش ہے' سے تعبیر کرنا، پھر لمعہ کی

صحبت میں دل کو سرور حاصل ہونا اور انہیں مسرت فروش کہنا ایسی باتیں ہیں جن سے اقبال کی لمعہ سے دلی محبت کا اظہار ہوتا ہے تو وہیں لمعہ کی شخصیت کے ایک اہم پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے پھر اس خط میں اقبال نے دنیا کے متعلق جن فلسفیانہ افکار کا اظہار کیا ہے، وہ ہم سب کے لیے دعوتِ غور و فکر ہے۔

"مکرم بندہ! تسلیم۔

نوازش نامہ ابھی ملا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جناب کی والدہ صاحبہ قبلہ کی صحت اچھی ہے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد، ایک دو روز تک ہمارے عزلت کدہ میں وہ کیفیت تھی کہ جس کو غالب نے شاید ہماری محبت کے بارے میں موزوں کیا ہوگا۔ "اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل" سے آغاز کیا اور "اک شمع رہ گئی ہے، سو وہ بھی خموش ہے" پر اختتام کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا عجیب قسم کی فرضی کامیڈی کا ٹریجڈی پر مبنی انجام ہے۔ جس ڈرامے کی ایکٹنگ ہم آپ جیسے انسان انجام دے رہے ہیں، اس کے ڈائرکٹر کی انسان نوازی پر فخر کرنا چاہیے کہ اُس نے اپنے ڈرامے کی شوٹنگ کے لیے انسان کو مختص فرمایا۔ دنیا میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ دونوں بے معنی لفظ ہیں، اور اسی دُھن میں دنیا کی اکثریت مبتلا ہے۔

انسان صرف جویائے محبت اور اپنے یارِ حقیقی کی دُھن میں لگا رہے۔ باقی تمام عبث اور خیالی دنیا کا بے ہودہ فلسفہ ہے۔ ہم اس کو ڈھونڈتے رہیں جو ہم کو ڈھونڈنا چاہتا ہے۔ اسی کو ڈھونڈیں، خوب ڈھونڈیں اور اتنا ڈھونڈیں کہ اپنے آپ کو پالیں۔

آپ کی چند ساعت صحبت میں میرے دل کو سرور حاصل ہوا۔ آپ درحقیقت مسرت فروش ہیں۔ خدا آپ کو ہر طرح بامراد اور کامیاب رکھے.....

مخلص

محمد اقبال، ~~۲۱~~ ۲۲ مئی، ۱۹۳۷ء

اس خط کے بعد بھی علامہ اقبال نے محمد شفیع ایم۔اے کے ذریعے جو خط لکھوایا، اس میں

پھر سے لمعہ سے ملاقات کی آرزو کا اظہار کیا ہے۔ یہ لمعہ کے نام آخری خط ہے جو ۳۱ اگست ۱۹۳۷ء کو تحریر کرایا گیا ہے۔

"جناب من! ضعفِ بصارت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے، اس واسطے وہ اپنے دستخط سے آپ کو خط نہیں لکھ سکے۔ دیوانِ غالب کی ترسیل کے لیے آپ کے شکر گزار ہیں اور آپ سے ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں"[۲۳]

علامہ اقبال، لمعہ حیدر آبادی کو اپنا عزیز دوست اور خاندان ہی کے ایک فرد کی طرح چاہتے تھے۔ ہر وقت لمعہ کی طبیعت اور مشاغل کے ساتھ اُن کی والدہ کی طبیعت کا حال پوچھتے اور اُن کی خدمت میں قدم بوسی[۲۴] عرض کرنے کے لیے کہتے۔ لمعہ کے خطوط کے 'ورود' سے انہیں بے حد خوشی حاصل ہوتی۔ اقبال جو بہت کم مسکراتے تھے، جب لمعہ کا خط آتا تو اُن کے تبسم ناآشنا لبوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی۔

"........ آپ کے خطوط اور خیالات کو پڑھ کر مجھے بے حد مسرّت حاصل ہوتی ہے۔ اس اتفاق کا شکر گزار ہوں........"[۲۵]

"........ آپ کے خطوط کے ورود سے مجھے بے حد خوشی حاصل ہوتی ہے اور میں آپ کے خیالات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں.........."[۲۶]

"........ محبت نامہ صبح صبح ملا۔ حالانکہ میرے لب تبسم آشنا نہیں ہیں، تاہم آپ کے خط سے متحرک ہو جاتے ہیں.........."[۲۷]

علامہ اقبال نے ایک خط میں ڈاکٹر لمعہ کے ہنر مندانہ سلیقے سے جواب دینے کی بے حد تعریف کی ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

"آپ کے محبت نامہ کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ معاف فرمائیے، میں جواب میں آپ کا سا ہنر مندانہ سلیقہ اختیار کرنے سے قاصر ہوں، لیکن آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دل رابدل رہیست۔ میری صحت سے متعلق آپ کی تجاویز کے لیے آپ کا ممنون ہوں"[۲۸]

(خط مرقومہ ۱۷ اپریل ۱۹۳۶ء)

اقبال جس طرح لمعہ کے دکھوں میں شریک ہوتے، اُسی طرح خوشی میں برابر کے شریک

ہوتے۔ عید کا موقع ہوتا تو پیشگی مبارکباد بھیجتے۔[۲۹] جب انہیں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر لمعہ کا انتخاب دورِ عثمانی کے لیے عمل میں آیا ہے اور ان کی نظمیں 'بارگاہِ خسروی' میں مقبول ہو رہی ہیں تو انہوں نے اس ترقی اور کامیابی پر دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:

"آپ کا نوازش نامہ ابھی ابھی موصول ہوا۔ مجھے اس خط سے دوگونہ مسرت ہوئی۔ ایک تو اس لیے کہ آپ نے اتنی جلدی میں یہ خط لکھا، اور دوسرے اس اطلاع سے کہ آپ کا انتخاب دورِ عثمانی کے لیے عمل میں آیا ہے۔ میری صحت بفضلِ خدا اچھی ہے۔

آپ نے اخبارات میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ اہلِ برار کی رائے معاہدے متعلق کیا ہے۔ میں براری نہیں ہوں۔ بہر نوع، اعلیٰ حضرت اور برٹش گورنمنٹ، دونوں ہی معاہدہ سے مطمئن نظر آتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ کی نظمیں بارگاہِ خسروی میں مقبول ہوتی ہیں، اور اعلیٰ حضرت آپ کو بیرونِ ملک جانے کے لیے وظیفہ مرحمت فرمائیں گے ...... "[۳۰]

(خط مرقومہ ۴ دسمبر ۱۹۳۶ء)

علامہ اقبال اور ڈاکٹر لمعہ حیدرآبادی کے درمیان جو گہرے تعلقات تھے، ان کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ علامہ اقبال، لمعہ کو ہر اچھی اور بری بات سے باخبر رکھتے تھے۔ اپنی کوئی کتاب شائع ہوتی تو اس کی اطلاع دیتے، لاہور کے واقعات اور اس کے موسم کی کیفیت کا ذکر کرتے، اپنی بیماریوں سے آگاہ کرتے اور اپنی رفتارِ صحت سے مطلع کرتے۔ لمعہ کے نام مکاتیب کے مندرجہ ذیل اقتباسات سے ان تعلقات پر اچھی روشنی پڑتی ہے:

"........ میں نے آپ کی کتاب، جو آپ نے مجھے تحفتہً بھیجی، مطالعہ نہیں کی۔ لیکن میں اسے نہایت خوشی سے پڑھوں گا اور اُمید ہے اس سے منفعت بھی حاصل کروں گا .... Reconstruction of Religious Thought in Islam پر میرے لیکچر شائع ہو گئے ہیں۔ اگر آپ کا امریکن دوست زمانۂ حال کے اسلام سے دلچسپی رکھتا ہے تو اسے ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ مبارک علی تاجر کتب لوہاری گیٹ سے یہ کتاب مل سکتی ہے۔"[۳۱]

(خط مرقومہ ۲۰ مئی ۱۹۳۰ء)

"........ میری صحت بحمداللہ اچھی ہے اور موسم ناگوار نہیں ہے خصوص صبح میں اچھی سردی رہتی ہے۔ آپ کا خیال درست ہے۔ چہل قدمی ضرور مفید ہوگی۔ انشاء اللہ آپ کی ہدایت پر ضرور عمل کروں گا۔ یہاں سب خیریت سے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ بھی بعافیت ہوں گے۔ مکرر یاد آوری کا شکریہ۔" [۳۲]

(خط مرقومہ ۷، فروری ۱۹۳۳ء)

"خدا کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں۔ یہاں گرمی شروع ہو چکی، لیکن رات نسبتاً تکلیف دہ نہیں ہے۔ اپریل اور مئی کے یہ دو مہینے یہاں سخت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ دیہات میں تو عموماً موسم اچھا ہوتا ہے۔ یہاں مرضِ چیچک کی وجہ سے لوگ بہت پریشان ہیں۔ اب کہ کسی سرد مقام پر جانے کی فکر میں ہوں، مگر اب تک مقام تجویز نہیں ہوا۔ اگر جانا ہوا تو آپ کو اطلاع کر دوں گا ......" [۳۳]

(خط مرقومہ ۱۵ مارچ ۱۹۳۳ء)

"...... اسرار کا ترجمہ M/S Macmillan & Co. نے شائع کیا تھا۔ اس کے ترجمے کے مصنف Dr. Roynold A. Nicholson کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے بعض نظمیں پیامِ مشرق کی بھی ترجمہ کی تھیں جو جرمنی کے رسالے 'Islamica' میں شائع ہوئی تھیں۔ مسر نظامت کا خط واپس ارسالِ خدمت ہے۔" [۳۴]

(خط مرقومہ ۷، جولائی ۱۹۳۳ء)

"...... یہاں گرمی کی رفتار ترقی پر ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مزاج ٹھیک نہیں رہتا اور جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی، معاف فرمائیے گا۔ آپ نے بہت اچھا کیا ختمِ گرما کے بعد ہی لاہور تشریف لائے۔ دیہات میں عموماً گرمی کم رہتی ہے خدا کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں اور میری صحت بھی اچھی ہے ...." [۳۵]

(خط مرقومہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۴ء)

ڈاکٹر لمعہ حیدرآبادی کو اردو اور انگریزی کے علاوہ فارسی زبان پر بھی قدرت حاصل تھی۔

Iqbal Cyber Library .Net All rights reserved © 2002-2006

وہ فارسی زبان میں بھی طبع آزمائی کرتے تھے۔ مولانا رومؒ اور علامہ اقبال کی فارسی شاعری سے بے حد متاثر تھے اور اسی رنگ میں کہتے تھے۔ انہوں نے فارسی میں ایک مثنوی لکھی اور اسے علامہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ علامہ اقبال نے ایک خط میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"...... آپ کے افسانوں اور مثنوی سے میں نے استفادہ حاصل کیا ہے...... مثنوی کا آغاز بہت اچھا ہے۔ خدا کرے اس کا اختتام بھی اچھا ہو......"[۳۶]

(خط مرقومہ ۱۱ مئی ۱۹۳۵ء)

اس فارسی مثنوی کو لمعہ حیدرآبادی نے اقبال کے انتقال کے بعد مکمل کیا اور اس کا نام 'مشرق نامہ' رکھا۔ لیکن یہ مثنوی اب تک شائع نہیں ہوئی۔ سر عبدالقادر مرحوم نے اردو کلام 'نقد برِ اُمم' کے مقدمے میں اس جانب اشارہ کیا ہے کہ "ان کے فارسی کلام کا مجموعہ زیرِ طبع ہے اور...... جناب مولانا عبداللہ عمادی صاحب جو اُن کے کلام کے قدر داں ہیں، اس کا دیباچہ لکھ رہے ہیں۔"[۳۷] اس مثنوی کے بارے میں اُس وقت کے ایران کے وزیرِ تعلیم جناب ایس۔ ایم۔ رضوی کی گراں قدر رائے کا اردو ترجمہ بھی راقم کے پاس محفوظ ہے۔ ڈاکٹر لمعہ حیدرآبادی کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مثنوی پاکستان کے گورنر جنرل ملک غلام محمد کے نام معنون کی گئی تھی جو ڈاکٹر لمعہ کے عزیز دوستوں میں سے تھے۔ لمعہ کی فارسی شاعری ایک علیٰحدہ باب کی محتاج ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں یہاں تفصیل سے ذکر مناسب نہیں۔ تاہم اس سے لمعہ کی شخصیت کا ایک اہم پہلو اُجاگر ہو کر سامنے آتا ہے کہ وہ اردو، انگریزی اور فارسی تینوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ اور جس کی اقبال اور ٹیگور نے تعریف و توصیف کی۔ اس سے لمعہ کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔

'اقبال نامہ' حصہ اوّل میں لمعہ حیدرآبادی کے نام کل ۲۹ خطوط ہیں۔ پہلا خط ۱۵ اپریل ۱۹۲۹ء کا تحریر کردہ ہے اور آخری خط ۳۱ اگست ۱۹۳۷ء کا ہے جسے محمد شفیع ایم۔ اے نے اقبال کی جانب سے لکھا ہے۔ اقبال کے دستخط سے کُل ۲۸ خطوط ہیں۔ ڈاکٹر لمعہ نے ایک ملاقات میں مجھے بتایا تھا کہ تقریباً پچاس ساٹھ خطوط شیخ عطاء کو دیئے گئے تھے۔ 'اقبال نامہ' میں جو خطوط شائع ہوئے ہیں ان میں سے بعض انگریزی خطوط کا ترجمہ ہیں۔

غرض، لمعہ کے نام اقبال کے خطوط نہ صرف دلچسپ ہیں بلکہ بعض چونکا دینے والے ہیں۔

اِن کے مطالعے سے اقبال اور ممعہ کے مابین گہرے مراسم کا اندازہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی ممعہ حیدرآبادی جیسے گمنام شخص کی صلاحیتوں سے بھی تعارف حاصل ہوتا ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ممعہ حیدرآبادی کے اقبال کے تعلقات اُس زمانے سے ہیں جب وہ طالب علم تھے۔ اس نوجوان طالب علم کے گراں قدر مشوروں کو قبول کرنا، اُن پر عمل کرنا، بار بار اس کا شکریہ ادا کرنا، ہر خط میں خیر و عافیت دریافت کرنا، اس کی بیماری کا سن کر بے چین ہو جانا، علاج کے لیے لاہور کے حکماء سے نسخہ معلوم کر کے اس پر عمل کرنے کی تاکید کرنا، اُس کی شاعرانہ صلاحیتوں کی تعریف و توصیف کرنا، چند مفید مشوروں سے نوازنا، اُس کے کلام پر باقاعدہ اور مسلسل اصلاحیں دینا، شعر و شاعری میں وقت زیادہ صرف کرنے کا مشورہ دینا، انتخاب کلام کے لیے رہنمائی کرنا، مجموعۂ کلام کے لیے خوبصورت سا نام تجویز فرمانا، اُسے اپنے دل کی دھڑکنیں سُنانا اور رُموزِ درونِ میخانہ سے آگاہ فرمانا، اُسے مسرت فروش کہنا اور وقتِ آخر بھی اس کی ملاقات کی آرزو رکھنا، شاید ہی اقبال کے کسی عقیدت مند اور مدّاح کو یہ مرتبہ، قربت اور اعزاز حاصل رہا ہو!

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

حواشی

۱۔ 'اقبال نامہ' حصہ اوّل۔ مرتبہ شیخ عطا محمدؒ۔ ص ۲۷۱

۲۔ ایضاً۔ ص ۲۷۰

۳۔ ایضاً۔ ص ۲۷۸

۴۔ ایضاً

۵۔ لمعہ کے نام ۱۱ر دسمبر ۱۹۴۴ء کے خط میں انھوں نے پھر یہ بات دہرائی ہے:
"...... گلے کی شکایت ابھی رفع نہیں ہوئی۔ مگر کسی قدر بہ نسبت سابق فرق ضرور ہے.... میں ولایت شاید اب کے سال نہ جا سکوں۔" ('اقبال نامہ'، ص ۲۸۳)

۶۔ ایضاً۔ ص ۲۸۱۔ ۸۲

۷۔ 'ہماڈائجسٹ' دہلی، اقبال صدی نمبر ص ۱۰۴۔ ۱۰۵

۸۔ 'اقبال نامہ' حصہ اوّل ص ۲۸۳۔ ۲۸۴

۹۔ ڈاکٹر لمعہ سے ایک انٹرویو۔ اکبر رحمانی

۱۰۔ 'اقبال نامہ' حصہ اوّل۔ ص ۲۸۵۔ ۲۸۶

۱۱۔ ایضاً۔ ص ۲۹۱۔ ۲۹۲

۱۲۔ ایضاً۔ ص ۲۸۷

۱۳۔ ایضاً۔ ص ۲۸۹۔ ۲۹۰

۱۴۔ ایضاً۔ ص ۲۹۱

۱۵۔ ایضاً۔ ص ۲۹۷۔ ۲۹۸

۱۶۔ ایضاً۔ ص ۲۹۸

۱۷۔ ایضاً۔ ص ۲۷۱۔ ۲۷۲

۱۸۔ ڈاکٹر لمعہ سے ایک انٹرویو۔ اکبر رحمانی

۱۹۔ 'اقبال نامہ' حصہ اوّل ص ۲۸۹

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

۲۰۔ 'اقبال نامہ' حصہ اول ص ۲۶۷ ۔

۲۱۔ ڈاکٹر لمعہ سے ایک انٹرویو۔ اکبر رحمانی

۲۲۔ 'اقبال نامہ' حصہ اول۔ ص ۲۹۶-۲۹۸

۲۳۔ ایضاً۔ ص ۲۹۸

۲۴۔ ایضاً۔ ص ۲۹۸

۲۵۔ ایضاً۔ ص ۲۷۵

۲۶۔ ایضاً۔ ص ۲۸۷

۲۷۔ ایضاً۔ ص ۲۸۷-۲۸۸

۲۸۔ ایضاً۔ ص ۲۹۲

۲۹۔ ایضاً۔ ص ۲۷۶

۳۰۔ ایضاً۔ ص ۲۹۵-۲۹۶

۳۱۔ ایضاً۔ ص ۲۶۶-۲۶۷

۳۲۔ ایضاً۔ ص ۲۷۴

۳۳۔ ایضاً۔ ص ۲۷۵-۲۷۶

۳۴۔ ایضاً۔ ص ۲۷۷

۳۵۔ ایضاً۔ ص ۲۷۸

۳۶۔ ایضاً۔ ص ۲۸۷

۳۷۔ یہ مقدمہ جو ڈاکٹر لمعہ کے اثر کا نقل کیا ہوا ہے، راقم کے پاس محفوظ ہے۔

۳۸۔ ڈاکٹر لمعہ کے پاس چند ایسے خطوط بھی تھے جن میں علامہ اقبال نے اپنی ازدواجی زندگی اور گھریلو حالات کا ذکر کیا تھا۔ لمعہ نے راقم الحروف کو بتایا تھا کہ ایسے تمام نجی خطوط انہوں نے جلا دیے۔

www.IqbalCyberLibrary.net All rights reserved